الكتاب والحكمة

عزیز زبیدی

خدا سے بدگمانی اچھی نہیں

یہ خدا نافہمی کی دلیل ہے

۱- وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا
أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ○ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ○
وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ○ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ
أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (پ ۱۸ - نور ع ۶)

"اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور (اس کے) رسول پر ایمان لے آئے اور (ان کے) وفادار ہو گئے (لیکن) پھر اس کے بعد انہی میں سے ایک طبقہ (اپنے قول و قرار سے) پھر جاتا ہے اور (غور کیجیے! کیا ایسے لوگ مسلمان رہ سکتے ہیں؟ نہیں!) وہ (سرے سے) مسلمان ہی نہیں (رہ سکتے) اور (دیکھیے!) جب ان کو خدا اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے، تاکہ (رسولِ خدا) ان کے مابین (معاملات کا مناسب) فیصلہ کریں تو بس انہی میں سے ایک گروہ (ابھی سے) گریز کرتا ہے۔ اور (ہاں!) اگر (اس میں) ان کا حق بنتا ہو تو (آنکھ بند کیے، کان دبائے اس کی طرف (دوڑے) چلے آتے ہیں (اب یہی کہا جا سکتا ہے کہ) ان کے دلوں میں (خود غرضی کا) کوئی کوڑھ ہے یا وہ بے یقینی (کے پھیر) میں پڑے ہیں یا (یہ کہ) ان کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں اللہ (میاں) اور اس کے رسول (ان سے) بے انصافی نہ کریں۔ (نہیں، نہیں، بالکل نہیں!) بلکہ یہ آپ ہی (سب سے بڑھ کر) بے انصاف ہیں؟"

کڑوا کڑوا تھو، میٹھا میٹھا ہپ۔ دین کے سلسلے میں بات اندھیرے کی نہیں ہے کہ لوگ اسے سمجھتے نہ ہوں یا وہ اس کی صداقت اور حقانیت سے بے خبر ہوں۔ اصل میں سارا فساد خود غرضی کا ہے، وہ چاہتے ہیں کوئی ٹوکے نہیں، سیاہ کریں، سفید کریں، کوئی بولے نہیں! ان کے نفس و طاغوت کی بادشاہی پر حرف نہ آئے، ان کے مست الست لمحات میں خلل نہ پڑے، ان کے قلب و نگاہ کے

میخانوں پر آنچ نہ آنے پائے، ان کے کیف و مستی کے پیمانوں کی خیر رہے، ان کی مچلتی ہوئی آرزوئیں اور پر بہار اٹھکیلیاں سلامت رہیں، وہ ڈرتے ہیں کہ حق آگیا تو ان کی بے لگام زندگی، عیاشی کی رنگین خوابوں اور شرمناک حسرتوں کے دروازے اور باب کہیں بند نہ ہو جائیں؛

یقین کیجیے! اگر آج ان کو اس کی ضمانت مل جائے کہ ان کی روایات، ان کی حیا سوز خلوتوں ان کے شرمناک شب و روز، ان کے غلط ماضی، ان کی مسرفانہ حسرتوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑے گی، حسب معمول وہ سب کچھ جاری رکھ سکتے ہیں، جس سے ان کا ماضی رہ سکتا ہے تو وہ ایسے اسلام کے سب سے بڑے قدر دان نکلیں گے۔ اسلام کی حقانیت پر جتنے لیکچر چاہو دلوا سکتے ہو، کتاب و سنت کی قصیدہ گوئی جتنی کہو اس میں بھی وہ بالکل ان تھک ثابت ہوں گے۔ بشرطیکہ یہ سب کچھ زبانی کلامی رہے، اگر ان سے یہ کہا جائے کہ یہ سب کچھ بجا اور درست ہے تو پھر تم خود اس پر کیوں نہیں چلتے تو ان کی ماں مر جائے گی، ہاں اگر آپ اور آپ کا اسلام یہ چاہے کہ اسلامی تحقیقاتی اداروں، اسلامی مشاورتی کونسلوں، اسلامی مذاکرات، اسلام کے لیے بین الاقوامی کانفرنسوں اور ان کی صدارتوں کے لیے وہ دلچسپی لیں، تو اس حد تک وہ توقعات سے بھی بڑھ کر مجاہد نکلیں گے۔ کیونکہ اس کام کے لیے انھیں اپنی زندگی کے خاکوں میں خاص کر نہاں خانوں میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا نہیں پڑتی، تبھی تو شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم نے ان پر یہ اعتراض کر دیا تھا کہ: آپ کی نماز بھی آپ سے کہتی ہے کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور اپنی کمائیوں میں اپنی مرضی نہ کریں۔

قَالُوا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (پ ۱۲ - ھود ع ۸)

"وہ کہنے لگے کہ، اے شعیب! کیا تمہاری نماز تم سے متقاضی ہے کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہم ان کو چھوڑ بیٹھیں یا اپنے مال میں جس طرح کا (تصرف کرنا) چاہیں نہ کریں؟"

ان کے دین و ایمان اور عقل و ہوش کے کسی گوشہ میں بھی یہ تحریک نہیں پائی جاتی کہ جو بات مان لی جائے، جس کو حق تسلیم کر لیا جائے اور جس کا کلمہ پڑھ لیا جائے، اس کا حق بھی ادا کیا جائے۔ بس وہ صرف اتنی سی بات پر راضی ہیں کہ: خدا کو خدا کی قدرتوں اور خدائی کی محیر العقول وسعتوں کی داد دی جائے اسے سلام عرض کر دیا جائے، اس کے حضور کبھی سجدہ اور کبھی صرف زبان سے "جل جلالہ" کہہ کر اسے خراج عقیدت کا نذرانہ پیش کر دیا جائے، کبھی اس کے نام پر چند ٹکوں کی سبیلیں لگا دی جا

اور کبھی اس کے پاک رسول کی یاد منا کر "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" کے میٹھے بول بول لیے جائیں۔ ان کا خیال ہے کہ بس خدا کو اس پر راضی ہو جانا چاہیے، جیسے خدا اپنی مرضی چاہتا ہے، ہم بھی اپنی ایک تمنا رکھتے ہیں، ہمیں بھی وہ اپنی مرضی کرنے دے۔

ان بوالعجبیوں کے پیچھے غیر شعوری طور پر جو شے کام کر رہی ہے، وہ دینِ اسلام کے پاکیزہ نظام ہدایات اور احکام کے سلسلے میں ان لوگوں کی بے اطمینانی ہے وہ یوں خیال کرتے ہیں کہ اگر اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا تو مر جائیں گے، کاروبار ٹھپ ہو جائیں گے، چلنا پھرنا دوبھر ہو جائے گا۔ آزادی کا خاتمہ ہو جائے گا، چہل پہل اور رونقیں ماند پڑ جائیں گی، گھر جنازگاہ بن جائیں گے، دفاتر جامع مسجد کہلائیں گے، بازار قبرستان کا روپ دھار لیں گے، شادی بیاہ اور محرم الحرام کی رسومات میں کچھ زیادہ فرق نہیں رہے گا، ہنسی کھیل کے چراغ بجھ جائیں گے، ہر گلی کی نکڑ پر ایک جلاد کھڑا ہوگا جو ہمارے تہبند چیک کرے گا ٹخنے سے نیچے جو نظر آیا اسے وہاں موقعہ پر کوڑے مارے گا۔ عورت کے لیے باہر نکلنا یوں متصور ہوگا جیسے جیل خانہ سے کوئی قیدی بھاگ کھڑا ہو، منہ بسورنا، گھور گھور کر دیکھنا کفر کے فتوے لگانا، ڈنڈے کے زور سے تسبیحیں پڑھانا، روح پرور مناظر پر اوجھ بننا، بات بات پر اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ پڑھنا اور قدم قدم پر ٹوکنا اسلام اور دین کہلائے گا۔

اصل میں یہ لوگ خدا کو سمجھے ہیں نہ اس کے دین کو، دراصل یہ احمق دوسرے لفظوں میں خدا اور رسول کو (خاکم بدہن) بے ذوق، کم فہم، دنیا ناآشنا، اپنی مخلوق کی سرشت سے بے خبر اور احوال و ظروف کے قدرتی تقاضوں سے ناواقف خیال کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں، یہ الٹی بے جا بدگمانی ہے: اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ دراصل یہ خود بے ذوق اور بے انصاف لوگ ہیں: بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ نفس و طاغوت کی مسرفانہ حکمرانی، بے حیا اور بے خدا زندگی اور جینے کو وہ حکمرانی اور زندگی اور جینا کہتے ہیں، عورت کو جنس بازار، الابلا بکنے اور عامیانہ بول چال کو "روشن خیال" تصور کرتے ہیں۔

۲۔ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ط يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ج وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (پ۴ - آلعمران ع۶)

"ایک اور گروہ وہ تھا کہ اپنی جانوں ہی کی پڑی تھی (انکو پڑی تھی) وہ اللہ کے بارے میں خلاف واقعہ خیالات کر رہے تھے جو صرف جاہلانہ خیال تھے وہ کہہ رہے تھے کہ کیا ہمارا کچھ بس چلتا ہے؟ ان سے کہہ دیجیے! سب کچھ اللہ کے بس میں ہے، یہ لوگ اپنے دلوں میں ایسی بات چھپائے ہوئے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کچھ بھی ہمیں اختیار ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، ان سے فرما دیں کہ اگر تم گھروں میں ہوتے (تب بھی) قتل جن لوگوں کا مقدر ہو چکا ہے وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل ہی پڑتے اور یہ جو کچھ ہوا، اس لیے ہوا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ اسے پرکھ کرلے، اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے نکھار دے، اور اللہ باطن کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

بات یہ ہوئی کہ راہِ حق میں جان و مال کا امتحان پیش آگیا مگر غزوہ احد میں کچھ افراد کی فرو گذاشت کی وجہ سے سب کو زک اٹھانا پڑگئی، ان میں کچھ "چوری کے مجنوں" بھی تھے اور کچھ سیدھے سادے بھولے بھالے لوگ بھی تھے تو جو شاطر لوگ تھے، وہ چلا اٹھے کہ کاش! یہ حضرات ہماری مان لیتے تو ان کو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ ان کا خیال تھا کہ خدا کے زبانی کلامی وعدے پر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور مار کھا گئے، اللہ نے فرمایا کہ: یہ نسخہ تم بھی آزما کر دیکھ لو! جب موت کا وقت آئے تو اس کے ہاتھ میں نہ آؤ۔

قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ (پ۲۱ - الاحزاب ع۲)

اگر تم موت اور قتل سے بھاگو بھی تو بھی بھاگنے سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا (موت بہر حال آکر رہے گی، آج نہیں تو کل)

فرمایا: موت ووت کا کوئی فلسفہ ان کے سامنے نہیں ہے۔ دراصل بھگوڑے ہیں بہانے بنا رہے ہیں۔

اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا (الاحزاب ع۲)

باقی رہی بس کی بات؟ سو دریں چہ شک، یہ تو سب کچھ اللہ کے ہی اختیار میں ہے، جیسے تم نہیں سمجھ رہے۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کے وعدوں کو مسٹر بھٹو کے وعدوں کی طرح دھوکے کی ٹٹی سمجھتے ہیں جو بہت بڑی بے شرمی کی بات ہے۔

وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا (الاحزاب ع۲)

دراصل یہ لوگ "بے یقینی" میں مبتلا تھے، خدا کی راہ میں، خدا کی رضا کے لیے اور خدا پر کامل یقین

کے ساتھ دو ڈ پڑنا بھی مسلمانی ہے، مگر خدا سے کامیابی اور فتح و نصرت کی پہلے ضمانت، مانگنا، ضمانت مل بھی جائے تو بھی قرار نہ آنا، عہدِ جاہلیت کی بات ہے! ـــ خدا کے سلسلے میں یہ ایک گونہ بدگمانی ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ مناسب وسائل یا اقدامات کی پروانہ کی جائے بلکہ یہ ہے کہ جتنے اور جیسے کچھ اقدامات اور وسائل بروئے کار لائے جائیں انھیں خدا نہ تصور کر لیا جائے اور نہ ہی ان کے بعد تذبذب اور بے یقینی کو راہ دی جائے ـــ لیکن عہدِ جاہلیت کے انداز اس سے بالکل مختلف رہے ہیں۔

جاہلیت سے مراد وہ دور ہے جس میں انسان خدا سے بے نیاز ہو کر اپنی تدبیروں، اوہام کی زنجیروں اور طاقت کے آہنی حصاروں پر قناعت کرتا رہا ہے، درمیان سے وہ خدا کو اٹھا دیتا ہے، اس سے تعلق رکھتا بھی ہے تو اوہام و ظنون کے خول میں اتار کر رکھتا ہے۔ ان کا تخلیق کردہ خدا ان کے قبضہ میں ہوتا ہے، اس لیے لوگ چاہتے ہیں کہ خدا بھی ان کی خواہشات کا احترام کرے اور جو چیز وہ طے کریں، اس کی وہ منظوری دے دے، بالکل یوں جیسے جمہوری ملکوں میں صدرِ مملکت کا حال ہوتا ہے گویا کہ اقوامِ جاہلیت کی روحانیت بھی جمہوری ڈھب کی ہوتی ہے اس لیے ان کا خدا بھی جمہوری طرز اور اختیارات کا خدا لگتا ہے۔ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔

مصائب و آلام جہاں نادانیوں کے قدرتی سائے نظر آتے ہیں وہاں ان کی حیثیت ایک تلمیح کی بھی ہوتی ہے کہ: ایمان سے غرض لینا نہیں بلکہ دینا ہے، مال بھی، جان بھی، آرام بھی، چین بھی! اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ ہاں اس کے صلے میں جو ملتا ہے، وہ بطور قدرتی نتیجے کے ملتا ہے بطور سودا کے نہیں ملتا، کیونکہ آپ جو کچھ بھی دیتے ہیں وہ بھی اسی کی ہی دین ہے اپنا کیا ہے جو دے کریں گے؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تاہم آپ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ بڑھیں تو صرف خدا جوئی کے لیے اس کی طرف بڑھیں، دوسری چیزوں کی نیت سے نہ بڑھیں ـــ اس لیے اگر اس کی راہ میں کچھ گزند پہنچا ہے تو غیر متوقع نہیں کیونکہ جس دن کلمہ پڑھا تھا اس دن یہ طے ہو گیا تھا کہ دینا پڑا تو دینا ہو گا۔ اب اگر کچھ چلا گیا ہے تو رونا کاہے کا؟ باقی رہی یہ بدگمانی کہ جب ہم اس کے لیے نکلے ہیں تو ہماری مدد بھی کرنی چاہیے تھی، وہ کیوں نہ ہوئی؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوا ہے کہ آپ ابھی تک "ایمان" کا مفہوم نہیں سمجھے! اور نہ آپ اپنے سوال کے

محرک کو سمجھے ہیں، کیونکہ ابھی تک، آپ کے ذہن میں "لینے" کا تصور ہے حالانکہ یہاں دینے کی بات ہے دوسرا یہ کہ آپ کی نگاہ مدد کی تلمیح پر نہیں پڑی، یعنی مدد اس وقت ہوتی ہے جب تک کوئی اس کا رہتا ہے، جب یہ کانٹا بدل جاتا ہے تو وہ بھی مسدود ہو جاتی ہے، جیسا کہ یہاں پر ہوا جب تک خدا کا تصور غالب رہا مدد جاری رہی۔

لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (پ ۴ - آل عمران ع ۱۶)

"یہ ایک واقعہ ہے کہ اللہ نے اپنا وعدہ (نصرت) سچ کر دکھایا جب کہ تم انھیں اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔"

جب ایک طبقہ نے خدا سے منہ موڑ کر دنیا اور اپنی ذات کی طرف رُخ کر لیا تو پھر شامت آگئی اور فتح و نصرت، راستہ بند پا کر ساحل پر کھڑی مسکراتی رہی۔

حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰٮكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ (پ ۴ - آل عمران ع ۱۶)

"یہاں تک کہ جب تم (خود ہی) کمزور پڑ گئے اور حکم (رسول) کے سلسلے میں تم باہم جھگڑنے لگے اور بعد اس کے کہ تم کو تمہاری دل پسند بات (جیت) دکھا دی۔ تم نے رسول کی نافرمانی کر ڈالی (قصہ یہ ہے کہ) تم میں سے بعض لوگ دنیا کو چاہتے تھے اور کچھ تم میں سے وہ تھے جو آخرت کے طلب گار تھے، پھر تم کو ان سے موڑ دیا تاکہ تمہارے اخلاص کو آزمائے۔"

یعنی جہاں صورتِ حال یہ تھی، وہاں صرف خدا کا وعدہ تو یاد رہا کہ ایفا نہ ہوا لیکن یہ بھول گئے کہ فتح و نصرت سے وہ خود ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور یہ بھی نہ سوچا کہ وہ تو مائل بہ کرم رہا، لینے والے ہی نہ رہے تو وہ کسے دے؟ اور کیوں دے؟ فرمائیے! اس بے انصافی اور بدگمانی سے بڑھ کر خدا کے بارے میں اور بدگمانی کیا ہو سکتی ہے؟

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب حق کی داعی جماعت میں خدا کا نافرمان ایک موثر گروہ موجود رہتا ہے وہ پوری جماعت خدا کی نصرت سے محروم رہتی ہے۔ ایک طرف دس افراد مُنتقی رہیں اور دوسری طرف صرف ایک فرد اسے ادھیڑتا رہے تو غور کیجئے! کیا وہ دس افراد اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔ کیا یہ بیل منڈھے چڑھ جائے گی یا کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ آج نہیں تو کل آخر وہ ردائے عظمت اور فتح و نصرت کو زیب تن کر ہی لے گا۔؟ نہیں! ہرگز نہیں، اور بالکل نہیں، لیکن افسوس! یار دوستوں نے اپنے داعی معاشرہ اور جماعت میں اتنا بڑا گھپلا رکھ کر

خدا سے یہ امیدیں باندھ رکھی ہیں کہ آخر فتح ہماری ہی ہوگی؛ وہ کیسے؟ آپ ان سے پوچھیے! وہ کہیں گے جیسا خود اسی قصہ میں ذکر آیا ہے کہ اللہ نے بالآخر ان کو معاف کر ہی دیا۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (پ۴ - العمران ع۶)

"اور (پھر بھی خدا نے) تم سے درگزر کی اور مسلمانوں پر خدا کرم ہی (کی نگاہ) رکھتا ہے۔"

یہ ٹھیک ہے کہ: اللہ نے ان کو معاف کر ہی دیا لیکن اس وقت جب انھوں نے بھی خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رخ کر ہی لیا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ (العمران ع۸)

"اللہ ان ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں ہونے دیتا جو (لڑائی میں) زخم کھائے پیچھے خدا اور اس کے رسولؐ کے بلانے پر آموجود ہوئے۔"

بہرحال اگر آپ نے بھی اسی طرح اپنے تعامل حیات پر نظر ثانی کی توفیق پالی اور اپنے معاشرہ کی اصلاح بھی کر لی تو پھر ان شاء اللہ بالآخر فتح و نصرت اور سرفرازی آپ کے بھی قدم چومے گی ـــ باقی رہے زبانی کلامی سودے اور دعوے؟ سو وہ بہت ہو چکے، دفتر عمل میں اگر کچھ باقی ہے تو وہ پیش کیجیے! ورنہ ع این شور و فغاں چیزے نیست!

۳- مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ (پ۱۷ - الحج ع۲)

"جو شخص (یہ بد) گمانی رکھتا ہو کہ خدا اس (رسول) کی ہرگز مدد نہیں کرے گا، دنیا میں نہ آخرت میں تو اس کو چاہیے کہ اوپر کی طرف (چڑھنے) کو ایک رسی تانے پھر اسے توڑ ڈالے۔ پھر اس کو سوچنا چاہیے کہ کیا اس کی اس تدبیر سے وہ شکایت دور ہوئی جس کی وجہ سے وہ ناخوش تھا"

یعنی ایسا تو ممکن نہیں کہ خدا اپنے رسول کی مدد نہ کرے لیکن اپنے دل کی جلن دور کرنا چاہتا ہے تو وہ کہیں اور جا بسے، دیکھے نہ غم لگے۔ اس لیے اگر اس کے لیے ممکن ہو تو پھر یوں کرے کہ رسی تان کر آسمان پر چڑھ جائے اور پھر زمین سے اپنا ناطہ توڑ دے، وہاں رہ رہے اور وہاں سو رہے! یعنی آپ کے لیے یہ بھی ممکن نہیں، اس وقت سدا کڑھتے رہو اور جلتے رہو۔

نیکوکار حسب حق و راستی کے اتمام کے لیے اٹھتے ہیں تو اس پر باطل کے چودھریوں کی طرف سے روکاوٹوں اور مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں، دیکھنے والا یہ سماں دیکھ کر یقین کر لیتا ہے کہ

بس اب وہ گئے! خدا تو ان کی مدد کو پہنچنے سے رہا، دوسری کوئی صورت ہی نہیں! بس انہیں گھڑی پل کا مہمان سمجھیے!

ایک اور مقام پر فرمایا کہ دو غلے اور مشرک مرد ہوں یا عورتیں، خدا کے بارے میں بدگمانیوں کے گھوڑے ہی دوڑاتے رہتے ہیں کہ خدا مسلمانوں کو ضائع کر دے گا۔ اور یہ جنگ میں کھیت ہو رہیں گے فرمایا: یہ خود کھیت ہوں گے۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (پ۲۶ - الفتح ع۱)

نیز فرمایا کہ: یہ سمجھتے ہیں کہ: رسول اور آپ کے ساتھی بچ کر نہیں آ سکیں گے، حالانکہ تباہی ان کا مقدر ہے۔

بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِىْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا (الفتح ع۲)

اس خیالی پلاؤ کے پیچھے جو ذہن کام کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ: ضروری نہیں کہ خدا اپنے وفاداروں کی مدد ہی کرے۔ گویا وہ خدا کو اتنا بھی نہیں سمجھتے جتنا وہ خود اپنے وفاداروں کے لیے حمیت کا جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ فرماتے ہیں: یہ سر تا پا بدگمانی اور خدا ناشناسی کی باتیں ہیں۔ خدا اپنے رسول کی ضرور مدد کرے گا، یہاں بھی اور وہاں بھی۔ اسی طرح جو لوگ ان کی راہوں پر گامزن ہوں گے، ان کو بھی وہ کبھی نظر انداز نہیں کرے گا۔ بشرطیکہ خدا کی نصرت کے لیے ان کے اندر بھی وہ اقدار موجود ہوں جو نصرتِ الٰہی کے لیے وجہِ کشش بن سکتی ہیں۔ باقی رہی فی سبیل کی نصرت؟ تو وہ عالمِ اسباب کے بعد تو ممکن ہے کہ اس کی کوئی شکل ہو، لیکن اس عالمِ رنگ و بو میں، جو اسباب و علل کی دنیا کا نام ہے محال ہے، ہاں مساعی اور اقدار کے تناسب سے بڑھ کر فضل و نصرت کا معاملہ الگ ہے۔ وہ ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ کا رخ مشرق کو ہو اور اسی طرف کو ہی دوڑ رہے ہوں اور خدا اپنے فضل و کرم سے اور محض "فی سبیل اللہ" آپ کو اٹھا کر مغرب میں پہنچا دے۔ ہاں آپ رخ بھی مغرب کو کریں اور قدم بھی ادھر کو ہی اٹھیں تو ممکن ہے سست گام پر رحم کر دے اور اسے "تیز رفتار" کی بہ نسبت جلدی منزل سے ہم کنار کر دے۔

بہرحال دنیا خدا کی ذات کے سلسلے میں دو انتہاؤں کی طرف بڑھ رہی ہے: اس سے توقعات ہیں تو بے کنار اور بلا سبب، بدگمانیاں ہیں تو بلا جواز اور بے کراں —— بس یوں تصور کیجیے کہ کھیت ہے

تو زیج نہیں ہے، بیج ہے تو کھیت غائب، ایسوں کا باغ لہلہائے تو کیسے؟ اجڑے کچھ تو کیا اجڑے؟

۴۔ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (پ ۲۴۔ حم السجدہ ع ۳)

"بلکہ تم کو تو یہ خیال تھا کہ تمہارے بہت سے عملوں سے خدا (بھی) واقف نہیں اور (یہ) بدگمانی جو تم نے اپنے پروردگار کے حق میں کی، تمہاری اسی بدگمانی نے تو (آج) تم کو تباہ کیا اور تم گھاٹے میں آ گئے"۔

خدا سے بھی چھپ سکتے ہیں۔ چور جب کوئی چوری کرتا ہے یا جب کوئی برا یا بدکام کرنے لگتا ہے تو ان کی کوشش ہوتی ہے کہ انھیں کوئی شخص دیکھنے نہ پائے، اگر انھیں اس امر کا احساس ہو جائے کہ انھیں کوئی صاحب کھڑا دیکھ رہا ہے تو وہ کبھی بھی کرنے کی جرأت نہیں کریں گے ——— لیکن افسوس! خود ائے بینا، دانائے راز، علیم اور خبیر ذات کے سلسلے میں بندوں کا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے، اس کے حکموں کی نافرمانی یوں کرتے ہیں جیسے وہ ذات پاک اسے دیکھ ہی نہیں رہی، یا یہ کہ اگر وہ دیکھ بھی لے تو ان کا وہ کچھ بگاڑ بھی نہیں سکے گی ——— مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ انے اپنے بندوں کی اسی ذہنیت اور کردار کا شکوہ کیا ہے اور فرمایا کہ دانستہ اس تغافل اور تجاہل کا نقصان بھی خود تمھیں اٹھانا ہوگا، خدا کا اس سے کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔ آنے والی بلا سے آنکھیں بند کر لینے سے بلا ٹل نہیں جایا کرتی بلکہ آ کر رہتی ہے اور پھر ایسے حال میں آتی ہے کہ انسان اس کے دفاع کے بھی قابل نہیں رہتا۔ دیکھ سکنے کے باوجود نہ دیکھنا، معلوم کر سکنے کی ہمت رکھتے ہوئے جان کر بے خبری کی چادر اپنے اوپر تان لینا اور رک سکنے کے باوجود مہلک گڑھے کے رخ چلتے رہنا، بجائے خود اس امر کے غماز ہیں کہ انسان سب سے بڑا اپنا دشمن آپ ہے، حالات کو فریب دینے والا خود فریب نفس میں مبتلا ہے اور جان بوجھ کر خودکشی کے سامان کر رہا ہے، ایسے عالم میں دوسرا کون اس پر ترس کرے گا اور کیوں اس پر کسی کو ترس آئے گا؟

واقعہ یہ ہے کہ اگر انسان غور کرے تو اسے یہ یقین ہو جائے کہ وہ ایک عظیم اور محیط زرغے میں ہے کہ وہ اپنے کو مخفی رکھنے کے لیے کتنے ہی جال بنے بہرحال وہ چھپ نہیں سکے گا۔

آخر اسے کہیں رہنا ہے، یہاں نہ سہی وہاں سہی، آخر وہ زمین و آسمان سے باہر تو نہیں جا سکے گا، زمین کے جس ٹکڑے پر بھی رہے گا، وہ زمین ایک کیمرے کی طرح اس کی ہر نقل و حرکت کو ریکارڈ کرتی رہتی ہے اور پھر قیامت میں وہ سارا دفتر کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گی۔ وہ ٹیپ کی طرح

بولے گی۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (پ ۳۰ - الزلزال)

بلکہ اس بدنصیب انسان کے جسم کا ایک ایک رونگٹا زبان بن جائے گا ٹیپ کی طرح سب کچھ کہہ سنائے گا اور پھر سن کر انسان بدحواس ہو جائے گا۔

حَتّٰى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ط قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (پ ۲۴ - حم السجدہ ع ۳)

"یہاں تک کہ جب سب) دوزخ پر آ جمع ہوں گے تو جیسے جیسے عمل یہ لوگ کرتے رہے ہیں، ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے گوشت) پوست ان کی (کھل کر) گواہی دے ڈالیں گے اور وہ لوگ اپنے گوشت پوست سے پوچھیں گے کہ (بھلا) تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ وہ بولیں گے کہ جس (خدا) نے ہر چیز کو گویا کیا ہے اسی نے ہم کو بھی گویا کیا اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا اور اب تم اسی کی طرف لوٹا کر لائے جا رہے ہو۔"

اس کے بعد نہایت معنی خیز طریقے سے بتایا کہ: حقیقت یہ ہے کہ اس سے تو تم بے خبر نہیں تھے کہ تم اپنے کانوں، آنکھوں اور گوشت پوست سے نہیں چھپ سکتے، اصل میں جو بیماری تم کو لگی تھی وہ یہ بدگمانی تھی کہ: ہمارے عملوں کا خدا کو بھی پتہ نہیں چلتا۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (ایضا)

"اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور گوشت پوست تمہارے خلاف گواہی دیں لیکن تم اس خیال میں رہے کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ تعالیٰ کو خبر بھی نہیں!"

بہرحال خدا کے سلسلے کی یہ بدگمانیاں خود انسان کے مستقبل کے لیے بری ہیں اور انہی بدگمانیوں کی وجہ سے تباہی کی طرف یوں بڑھ رہا ہے کہ ان کو اس کا ہوش ہی نہیں رہتا کہ کل اس کا انجام کیا نکلے گا؟

۵ - مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ

فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ (پ ۲۸ - الحشر ع ۱)

"(مسلمانو!) تم کو (تو وہم و) گمان نہ تھا کہ (یہ اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور وہ اس خیال میں (مست) تھے کہ ان کے قلعے ان کو خدا (کی پکڑ) سے بچا لیں گے تو جدھر سے ان کو گمان بھی نہ تھا خدا نے ان کو آلیا اور ان کے دلوں میں (مسلمانوں کی) دھاک ڈال دی کر لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں اجاڑنے، اے آنکھوں والو! عبرت پکڑو!"

اپنے وسائل کو خدا سمجھنا۔ وسائل اور ذرائع بنے ہی اس لیے ہیں کہ ان سے کام لیا جائے بلکہ ان سے کام نہ لینا ان کی بے قدری اور خدا کی ناشکری ہوتی ہے۔ لیکن ان پر بھروسہ یوں کرنا جیسے وہ خدا ہوں کہ ان کو خدا کی مرضی کے خلاف استعمال کر کے یوں مطمئن ہو رہنا کہ بس اب خدا بھی ان کے سامنے بے بس ہے یا ہمیں جو لینا ہے، انہی سے لینا ہے اور جو سنوارنا ہے وہی سنواریں گے خدا نافہمی کی دلیل ہے اور اس کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب اللہ تعالیٰ انسان کو خود ان کے وسائل اور بل بوتے کے حوالے کر دیتا ہے اور جب ع

جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

کا سماں طاری ہو جاتا ہے اس وقت ان کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ دراصل انسان کی یہ سب سے بڑی بھول ہے کہ وہ کبھی اپنی کرسی پر غرہ ہو جاتا ہے اور کبھی اپنے سرمایہ اور جاگیر پر کبھی اپنے جتھے اور کبھی اپنی آل اولاد پر، کبھی اپنے علم اور کبھی اپنے ہنر پر، یہ سب چیزیں آپ کے لیے ہیں، آپ ان کے لیے نہیں ہیں کہ ان کی پوجا اور عشق میں خدا کو بھی بھول جائیں۔ ان وسائل اور ذرائع کے ذریعے اگر اللہ سے آپ کا کنکشن قائم نہیں ہو پاتا تو سمجھ لیجیے! کہ کسی بھی وقت یہ آپ کے لیے فتنہ بن سکتے ہیں، حضورؐ کے عہد کے کفار نے اپنے قلعوں پر بھروسہ کیا اور انہی کے بل بوتے پر فرستادۂ خدا کے سامنے اکڑ گئے، تن گئے، مقابلہ کیا اور ڈٹ کر مقابلہ کیا، لیکن بالآخر دنیا نے دیکھ لیا کہ وہی قلعے ان کے لیے عذاب بن گئے۔ ادھر ادھر بھاگ سکے نہ جا سکے بلکہ عسکر اسلام کو بھیڑوں کی طرح وہ سب یکجا مل گئے، قتل ہوئے، جو بچے انھوں نے ہتھیار ڈالے اور حضرت عمرؓ کے عہد میں جب ان کو خیبر سے بھی نکلنا پڑا تو ان کو اس کی اجازت دی گئی کہ وہ جتنا کچھ اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں لے جائیں، چنانچہ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے مکان اور قلعے برباد کیے اور ان کے تختے، شہتیر، بالے اور الماریاں وغیرہ اکھیڑ کر ادھیڑ کر لے گئے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

خدا کے سلسلے میں لوگوں کی بدگمانیوں کے یہ وہ نتائج ہیں جو پہلے کی طرح آج بھی برآمد ہو رہے ہیں۔ اور ہوتے رہیں گے الا یہ کہ خدا کی طرف رجوع کریں، معافی مانگیں اور اصلاح حال کا خدا سے پھر عہد کریں۔